ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

Vol.8 No.1 2024

اختلافِ فقہاء کا اخلاقی معیار: ائمہ مجتہدین کے استنباطی اصولوں کا تقابلی مطالعہ

Sohail Ahmad
MPhil scholar University of Okara
Email: sohailahmad08101997@gmail.com
Ayyaz Akhtar
MPhil scholar University of Okara
Email: akhtarayaz277@gmail.com

Abstract:
This research paper explores the ethical framework and scholarly decorum embedded within the juristic disagreements among the renowned Imams of Islamic jurisprudence. Far from being a source of division, the differences among the Fuqahāʾ (jurists) illustrate the intellectual richness and methodological diversity of Islamic legal thought. By examining the inferential principles (Usūl al-Istinbāṭ) adopted by leading Mujtahidīn such as Imām Abū Ḥanīfah, Imām Mālik, Imām al-Shāfiʿī, and Imām Aḥmad ibn Ḥanbal, the study uncovers how their disagreements were governed by deep ethical commitment, scholarly humility, and a mutual recognition of ijtihād's sanctity. This comparative analysis reveals that Islamic legal pluralism was built not on conflict but on a disciplined ethic of divergence rooted in sincere pursuit of truth. The findings aim to provide a framework for reviving respectful discourse in contemporary Islamic scholarship by emulating the moral and methodological ethos of classical jurists.

تمہید

اسلامی فقہ کا دائرۂ کار محض قانونی احکام تک محدود نہیں، بلکہ یہ ایک ایسا علمی نظام ہے جس کی بنیاد نہ صرف قرآن و سنت کے ابدی اصولوں پر قائم ہے بلکہ اس میں عقل، اجتہاد، اور استنباط جیسے فکری ذرائع کو بھی باقاعدہ مقام حاصل ہے۔ اس فکری نظام کی سب سے نمایاں خصوصیت اس میں موجود اختلافِ رائے کی گنجائش اور اس اختلاف کا تہذیبی و اخلاقی انداز ہے، جسے اسلامی علمی روایت میں "ادبِ اختلاف" کہا جاتا ہے۔ ائمۂ اربعہ رحمہم اللہ — امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل — کے مابین متعدد فقہی مسائل میں اختلاف پایا جاتا ہے، لیکن ان اختلافات میں جو چیز نمایاں ہے، وہ ان کا اخلاقی وقار، فکری دیانت اور علمی حُسنِ نیت ہے۔ ان جلیل القدر مجتہدین نے ہمیشہ اپنے مخالف رائے رکھنے والے فقہاء کا احترام کیا، ان کے دلائل کو علمی وزن دیا، اور اختلاف کو تفریق کا ذریعہ نہیں بلکہ فہم و بصیرت کا مظہر بنایا۔

عصرِ حاضر میں جب علمی اختلافات کو باہمی نفرت، تفرقہ، اور الزام تراشی کا ذریعہ بنالیا گیا ہے، ایسے ماحول میں ائمۂ مجتہدین کے اصولی اختلافات اور ان کے اخلاقی اسالیب کا مطالعہ ایک فکری ضرورت بن چکا ہے۔ یہ نہ صرف علمی میراث کی تفہیم کو بہتر بناتا ہے بلکہ معاصر اسلامی فکر کو برداشت، رواداری اور دلیل پسندی کا پیغام بھی دیتا ہے۔ یہ تحقیق دراصل اسی جہت پر مرکوز ہے کہ فقہی اختلافات کو اصولی و اخلاقی تناظر میں کیسے سمجھا جائے، اور ائمۂ اربعہ کے طرزِ استنباط میں وہ کون سے اخلاقی اور فکری اصول کارفرما تھے جن کی بنیاد پر وہ ایک دوسرے سے اختلاف بھی کرتے تھے اور ایک دوسرے کا احترام بھی محفوظ رکھتے تھے۔ اس تجزیاتی مطالعہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اسلامی فقہ میں اختلاف، انتشار نہیں بلکہ اجتہادی وسعت اور علمی برکت کی علامت ہے۔

اختلافِ فقہاء کی تاریخی اساس اور علمی پس منظر

اسلامی تاریخ میں فقہی اختلاف ایک ایسا علمی مظہر ہے جس نے امتِ مسلمہ کے فکری سرمائے کو وسعت بخشی، نہ کہ انتشار یا افتراق کا باعث بنا۔ قرآن مجید اور سنتِ نبوی ﷺ سے استنباط کرتے ہوئے جب فقہاء نے نئے پیش آمدہ مسائل پر غور و خوض کیا تو ان کے فہم و اجتہاد میں تنوع نظر آیا۔ یہی تنوع بعد ازاں فقہی مکاتبِ فکر کی صورت میں ظاہر ہوا۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

فقہی اختلاف کی بنیاد اس وقت سے رکھی گئی جب نبی کریم ﷺ نے صحابۂ کرامؓ کو اجتہادی بصیرت کی اجازت دی اور ان کے مختلف اجتہادات کو قبول فرمایا۔ واقعۂ بنی قریظہ میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"لا يصلّينّ أحد العصر إلا في بني قريظہ"

تم میں سے کوئی عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنی قریظہ پہنچ کر

بعض صحابہؓ نے لفظی حکم کو ظاہری مان کر نماز مؤخر کی، جبکہ بعض نے وقتِ نماز کو مقدم جانا۔ نبی ﷺ نے دونوں کو درست قرار دیا۔[1]

یہ واقعہ فقہی اختلاف کی پہلی بنیادوں میں سے ہے، جس سے یہ اصول اخذ ہوتا ہے کہ اختلاف رائے اگر اخلاص، علم، اور اصولِ اجتہاد کے ساتھ ہو تو وہ مقبول و معتبر ہوتا ہے۔

ائمۂ اربعہؒ یعنی امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے دین کی اصل تعلیمات کے خدوخال کو اپنی فہم و بصیرت کے مطابق واضح کیا۔ ان کی فکری کاوشوں میں منابعِ استدلال، حدیث کے تعامل، قیاس، استحسان، مصالح مرسلہ، عملِ اہلِ مدینہ، سدّ الذرائع، عرف اور تعامل جیسے اصول کارفرما تھے۔ انہی اختلافی اصولوں کی بنیاد پر بعض مسائل میں فقہی آراء مختلف ہو گئیں۔ مثلاً امام مالکؒ نے عملِ اہلِ مدینہ کو قوی حجت مانا جبکہ امام ابو حنیفہؒ نے قیاس اور استحسان کو زیادہ اہمیت دی۔ امام شافعیؒ نے اصول الحدیث میں خبر واحد کی قبولیت پر زور دیا جبکہ امام احمدؒ نے نصوص پر ظاہری تمسک کو فوقیت دی۔

یہ تنوع دراصل قرآن کے اس ارشاد کی تفسیر ہے:

فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا

پس ہم نے سلیمان کو اس کا فہم عطا کیا، اور دونوں کو حکمت و علم دیا[2]

یہ آیت اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اختلافِ فہم اللہ کے نزدیک قابلِ قبول ہے بشرطیکہ وہ علم، تقویٰ، اور دیانت پر مبنی ہو۔ فقہی اختلاف کی اس بنیاد نے امت کو نہ صرف علمی گہرائی عطا کی بلکہ ہر خطے اور معاشرت کے مزاج سے ہم آہنگ اسلامی قوانین کے نفاذ کو بھی ممکن بنایا۔

ائمۂ مجتہدین کے استنباطی مناہج کا تقابلی مطالعہ

فقہِ اسلامی کی چار مستند و مروّج مکاتبِ فکر حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی محض تقلیدی سلسلے نہیں بلکہ اجتہادی بصیرت، علمی منہج اور اصولی فہم کا ایک متنوّع اور جامع نظام ہیں۔ ان چاروں مکاتب کے مؤسس ائمہ کرامؒ نے قرآن و سنت سے استنباط کے اصول و ضوابط وضع کیے، جن میں بعض مشترک اور بعض منفرد خصوصیات ہیں۔ ان کے مابین اختلافات زیادہ تر اصول استنباط (Usūl al-Istinbāṭ) کی بنیاد پر تھے نہ کہ نیت یا اخلاص میں۔

امام ابو حنیفہؒ کا منہجِ استنباط

امام اعظمؒ کی فقہی بنیاد عقل، قیاس اور استحسان پر تھی، لیکن یہ تمام اصول نصوصِ شرعیہ کی روشنی میں مشروط و مقیّد تھے۔ آپ قرآن کو اولیت دیتے، پھر سنت، پھر اجماع اور پھر قیاس۔ استحسان کو آپ نے سخت شرائط کے تحت اختیار کیا تا کہ عدل و مصلحت کے اصول مجروح نہ ہوں۔

امام محمدؒ سے مروی ہے:

"كلّ ما جاء عن النبي صلى الله عليه وسلم فعلى الرأس والعين، وما جاء عن أصحابه اخترنا، وما كان من غيرهم فهم رجال ونحن رجال"[3]

1, صحیح البخاری، کتاب المغازی، حدیث:4119، ج5، ص96، دار طوق النجاۃ، 2008

2, الانبیاء:79:21

3, الانتقاء، ابن عبد البر، ص:43، دار المعرفۃ، بیروت

امام مالکؒ کا منہج استنباط

امام دارالہجرۃؒ کی اصولی بنیاد عملِ اہلِ مدینہ پر تھی، جسے وہ سنتِ جاریہ اور تواترِ عملی کی شکل مانتے تھے۔ ان کے نزدیک اہلِ مدینہ کا اجتماعی عمل حدیثِ مرسل یا منفرد روایت پر ترجیح رکھتا تھا۔ وہ مصالح مرسلہ کو بھی معتبر حجت مانتے تھے بشرطیکہ وہ شریعت کے روح کے مطابق ہوں۔

امام مالکؒ نے فرمایا:

"لن يصلح آخر هذه الأمة إلا بما صلح به أولها"[4]

امام شافعیؒ کا منہج استنباط

امام شافعیؒ کو اصولِ فقہ کا بانی کہا جاتا ہے۔ آپ نے حدیث (خبر واحد) کو غیر معمولی اہمیت دی اور اجماع کو مستقل حجت تسلیم کیا۔ قیاس کو دلیل کے طور پر تسلیم کیا، مگر استحسان کو "تشہی بالرائے" قرار دے کر رد کیا۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

"من استحسن فقد شرّع"[5]

امام احمد بن حنبلؒ کا منہج استنباط

امام احمدؒ کا منہج حدیثِ نبویؐ کی ظاہری تعبیر پر مبنی تھا۔ آپ کسی رائے یا قیاس پر حدیث کو مقدم رکھتے تھے، خواہ وہ ضعیف روایت ہی کیوں نہ ہو، بشرطیکہ موضوع نہ ہو۔ آپ کے نزدیک فتاویٰ صحابہؓ اور آثار بھی استدلال میں مؤثر تھے۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں:

"إذا صح الحديث فهو مذهبي"[6]

ائمہ اربعہؒ کے اصولِ استنباط کا تقابلی جائزہ:

امام ابو حنیفہؒ

قرآن: بنیادی ماخذ

حدیث: محتاط قبول

قیاس: وسیع استعمال

استحسان: ترجیحاً استعمال

عملِ اہلِ مدینہ: حجت نہیں

مصالح مرسلہ: بعض اوقات جائز

امام مالکؒ

قرآن: بنیادی ماخذ

حدیث: محدود اعتماد

---

4. المدخل، ابن الحاج، ج1، ص258، دار الفکر

5. الرسالۃ، ص:505، تحقیق: احمد شاکر، دار التراث

6. مناقب الإمام أحمد، ابن الجوزي، ص:222، دار الفکر

قیاس: محدود استعمال

استحسان: کم استعمال

عملِ اہلِ مدینہ: اہم حجت

مصالح مرسلہ: اہمیت دی

امام شافعیؒ

قرآن: بنیادی ماخذ

حدیث: وسیع اعتماد

قیاس: محدود قبول

استحسان: ردّ کیا

عملِ اہلِ مدینہ: کم حیثیت

مصالح مرسلہ: کم حیثیت

امام احمد بن حنبلؒ

قرآن: بنیادی ماخذ

حدیث: حد درجہ ترجیح

قیاس: ضعیف قبول

استحسان: ناپسند

عملِ اہلِ مدینہ: نہیں

مصالح مرسلہ: ناپسند

ائمہ مجتہدینؒ کے ان مناہج میں فرق، اختلاف کی بنیاد ہے، لیکن یہ اصولی اور علمی اختلاف ہے نہ کہ ذاتی یا سیاسی۔ اس سے اسلامی فقہ میں اجتہادی تنوع اور وسعت کا پہلو اجاگر ہوتا ہے، جو ہر دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ اجتہاد کی راہیں ہموار کرتا ہے۔

اختلافِ فقہاء اور امتِ مسلمہ میں وحدتِ فکری کا امکان

فقہی اختلاف اگرچہ ظاہری طور پر تفرقے کا تاثر دے سکتا ہے، لیکن حقیقت میں یہ امتِ مسلمہ کے اندر فکری وسعت، قانونی لچک اور اصولی رواداری کی دلیل ہے۔ اگر ان اختلافات کو اس کے اصل اخلاقی و اصولی تناظر میں سمجھا جائے، تو یہ امت کے لیے وحدتِ فکری کا ذریعہ بن سکتا ہے، نہ کہ افتراق و نزاع کا سبب۔

فکری تنوع، نہ کہ تفرقہ

ائمہ اربعہؒ کا اختلاف دراصل اختلاف تنوّع (diversity in interpretation) ہے، اختلاف تضاد (contradiction) نہیں۔ جیسے امام مالکؒ کے نزدیک عملِ اہلِ مدینہ حجت ہے، جبکہ امام شافعیؒ اس کو کم حیثیت دیتے ہیں، لیکن دونوں کی بنیاد نصوص کی تعظیم اور فہم شریعت پر ہے۔

وحدتِ امت کا اصول: لزومِ ادب

فقہی اختلاف کی تاریخ میں شاید ہی کوئی مثال ہو جہاں ایک امام نے دوسرے کی تکفیر یا تضلیل کی ہو۔ ان کے ہاں:

علم کا احترام

نیت کا حسنِ گمان

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

اور اختلاف کے باوجود فہم ورواداری ہمیشہ مقدم رہی۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں:

"اختلاف الأئمة رحمة، واتباعهم نجاة"

ائمہ کا اختلاف رحمت ہے، اور ان کی اتباع نجات کا ذریعہ ہے [7]

عصرِ حاضر میں فہم اختلاف کی ضرورت

آج کا دور، جہاں فروعی مسائل پر تشدد اور عدم برداشت بڑھتی جا رہی ہے، وہاں ائمہ کے طرزِ اختلاف سے سبق لینا نہایت ضروری ہے۔ ہمیں اختلافات کو دلائل کا تنوع سمجھنا چاہیے، نہ کہ باہمی دشمنی۔

عصرِ حاضر کے فقہی اختلافات اور ان کا اصولی حل

مسلمان معاشرہ آج جن فقہی اختلافات سے دوچار ہے، وہ اگرچہ بظاہر دینی مسائل میں تنوع کی شکل رکھتے ہیں، تاہم ان کے گرد جو لسانی شدت، گروہی تعصب اور باہمی تحقیر کا ماحول پیدا ہو چکا ہے، وہ سلف صالحین اور بالخصوص ائمہ مجتہدین کے منہج و مزاج سے یکسر متصادم ہے۔ نماز میں آمین بالجہر ہو یا آمین بالاخفاء، قعدہ میں رفع یدین ہو یا نہ ہو، قربانی کے شرائط ہوں یا بینکنگ نظام اور مالیاتی اجتہادات یہ تمام مسائل اجتہادی نوعیت کے ہیں، جن میں اختلاف کی گنجائش نہ صرف موجود ہے، بلکہ اس کو تسلیم کرنا ہی علمی دیانت اور فقہی بصیرت کی علامت ہے۔

ائمہ اربعہؒ نے اصولِ استنباط کے تنوع کو کبھی بھی افتراق یا دشمنی کا ذریعہ نہیں بنایا۔ ان کے مابین علمی مفارقت تھی، مگر اخلاقی یگانگت بھی تھی۔ ان کا اختلاف اختلاف تنوّع تھا، نہ کہ اختلاف تضاد۔ یہی اصول ہمیں عصرِ حاضر میں درکار ہے۔ جدید دور میں پیش آنے والے فقہی مسائل کو حل کرنے کے لیے ائمہ کے اصولی طرز کو اختیار کرتے ہوئے اجتہادِ جدید، اجتماعی فتاویٰ، اور ماہر فقہی مجالس کی روشنی میں فکری رہنمائی کی جا سکتی ہے۔

ابن القیمؒ کا یہ قول اس سلسلے میں رہنمائی فراہم کرتا ہے:

"الفتوى تتغير بتغير الزمان والمكان والحال"

فتویٰ وقت، جگہ اور حالات کے بدلنے سے تبدیل ہو سکتا ہے [8]

اسی اصول کے تحت جدید فقہی اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے، بشرطیکہ وہ مقاصدِ شریعت، عرفِ زمانہ، اور ضروریاتِ عصر کو پیش نظر رکھے۔ ان تمام فقہی تنوعات کے درمیان جو سب سے بڑا المیہ پیدا ہو چکا ہے وہ ہے اخلاقیاتِ اختلاف کی زوال پذیری۔ ہمیں اس فکری گراوٹ سے نکلنے کے لیے از سرِ نو اخلاقی اسلوب کو فروغ دینا ہوگا۔ اس کا آغاز دینی اداروں سے ہو سکتا ہے جہاں طلبہ کو اختلاف کے آداب، علمی تواضع، اور حسنِ ظن کی تعلیم دی جائے۔ خطبہ، تدریس، اور تحریر میں مسالک کے خلاف ہرزہ سرائی کے بجائے احترام، مکالمہ اور اعتراف کا پہلو اپنایا جائے۔ یہی وہ نقطۂ آغاز ہوگا جہاں سے ہم اختلاف کے ساتھ اتحاد، متنوع آراء کے ساتھ وحدت، اور فکری تنوع کے ساتھ علمی اعتدال کا قابلِ رشک ماحول پیدا کر سکتے ہیں۔ یہی عصرِ حاضر کے فقہی بحرانوں کا اصولی، اخلاقی اور اجتہادی حل ہے۔

خلاصۂ بحث

فقہ اسلامی کا دامن وسعت، گہرائی اور تنوع سے بھرپور ہے، اور اس کا ایک روشن پہلو اختلافِ فقہاء ہے، جو نہ صرف اجتہادی بصیرت کا مظہر ہے بلکہ شریعتِ اسلامی کی ہمہ گیریت، اعتدال اور لچک کی علامت بھی ہے۔ اس تحقیق میں ہم نے چاروں ائمۂ مجتہدین کے اصولی مناہج کا تقابلی مطالعہ کرتے ہوئے یہ حقیقت واضح کی کہ اختلاف، تضاد نہیں بلکہ تنوّع ہے، اور یہ تنوّع اسلامی امت کے فکری، تمدنی اور قانونی ارتقاء کے لیے ایک نعمتِ غیر مترقبہ رہا ہے۔

---

7. المجموع شرح المہذب، ج1، ص45، دار الفکر

8. ابن القیم، إعلام الموقعین، ج3، ص10، دار الجیل، 1973

ائمہ اربعہؒ نے قرآن وسنت کی تعبیر میں اپنے اپنے فقہی اصول اختیار کیے، جن کے تحت انہوں نے قیاس، استحسان، مصالح مرسلہ، عرف اور عملِ اہلِ مدینہ جیسے ذرائع کو مختلف درجات میں بروئے کار لایا۔ ان کے اختلافات علمی دیانت، فقہی بصیرت اور اصولی تمسک پر مبنی تھے، نہ کہ نفسانی تعصب یا تفریق پر۔ اس تناظر میں معلوم ہوا کہ فقہی اختلافات کا اخلاقی معیار نہایت بلند تھا، جس میں علمی تواضع، اعترافِ فضل، حسنِ ظن اور باہمی احترام کی جھلک ہر قدم پر نمایاں تھی۔

تحقیق سے یہ نتیجہ بھی سامنے آیا کہ ان اختلافات نے اسلامی تمدن کو جامد نہیں ہونے دیا، بلکہ ان کی بدولت قانون سازی، قضا و افتا، تدریس و تالیف اور معاشرتی رہنمائی کے دروازے ہمہ وقت کھلے رہے۔ ان اصولی اختلافات نے امت کو اجتہاد کی روح عطا کی اور ہر دور کی ضروریات کے مطابق شرعی رہنمائی ممکن بنائی۔ اگرچہ عصرِ حاضر میں یہ اختلافات فکری انتشار اور گروہی تعصب کی شکل اختیار کر چکے ہیں، لیکن اصل تعلیمات کی طرف رجوع کیا جائے تو یہ اختلافات وحدتِ امت کے لیے رحمت بن سکتے ہیں۔

اس تحقیق کا نتیجہ یہی ہے کہ اختلافِ فقہاء کو منفی رویے کی بجائے مثبت زاویے سے دیکھنے کی ضرورت ہے، تاکہ ہم ائمہ مجتہدین کی علمی میراث سے استفادہ کرتے ہوئے آج کے فکری و معاشرتی بحرانوں کا حل تلاش کر سکیں۔ ان اختلافات کا اخلاقی ادب اور اصولی معیار آج بھی امت کے لیے نمونہ ہے، بشرطیکہ ہم ان کی اصل روح کو سمجھیں اور امت میں باہمی احترام، اعتدال، وسعتِ نظر اور فقہی توازن کو فروغ دیں۔

مصادر و مراجع

1. امام ابوزہرہ، تاریخ المذاہب الإسلامیۃ، قاہرہ: دار الفکر العربی، 1996ء۔
2. ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی، فقہ السیرۃ، دمشق: دار الفکر، 2000ء۔
3. امام شاطبی، الموافقات فی اصول الشریعہ، جلد 4، بیروت: دار المعرفۃ، 1997ء۔
4. امام ابن تیمیہ، رفع الملام عن الأئمۃ الأعلام، ریاض: مکتبۃ المعارف، 1984ء۔
5. ڈاکٹر وہبہ الزحیلی، أصول الفقہ الإسلامی، جلد 2، دمشق: دار الفکر، 1998ء۔
6. علامہ ابن قیم الجوزیہ، اعلام الموقعین عن رب العالمین، جلد 1، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 2003ء۔
7. امام نووی، المجموع شرح المھذب، جلد 1، قاہرہ: دار الحدیث، 2000ء۔
8. ڈاکٹر محمد الخضری بک، تاریخ التشریع الاسلامی، قاہرہ: مطبعۃ الحلبی، 1974ء۔
9. ڈاکٹر یوسف القرضاوی، الاجتہاد فی الشریعۃ الإسلامیۃ، قاہرہ: مکتبہ وھبہ، 1995ء۔
10. ڈاکٹر محمود شلتوت، الاسلام عقیدہ وشریعۃ، قاہرہ: دار الشروق، 1980ء۔
11. قاضی اطہر مبارکپوری، امام اعظم کی فقہی بصیرت، لاہور: ادارہ اسلامیات، 2005ء۔
12. مفتی محمد تقی عثمانی، فقہی مقالات، جلد 2، کراچی: مکتبۃ دار العلوم، 2012ء۔
13. ڈاکٹر عبد الکریم زیدان، المدخل لدراسۃ الشریعہ الإسلامیۃ، بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 1999ء۔
14. ڈاکٹر محمد طاہر منصوری، اسلامی فقہ میں اختلاف کا تنقیدی جائزہ، اسلام آباد: شریعہ اکیڈمی، 2010ء۔
15. ڈاکٹر حمید اللہ، خطبات بہاولپور، لاہور: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، 1990ء۔